اس افسانے میں ایک پاگل درخت پر چڑھ کر پاک و ہند کی تقسیم پر تقریر کرتا ہے اور لوگوں کے اصرار کے باوجود وہ نیچے اترنے سے انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ نہ میں ہندوستان میں رہوں گا نہ پاکستان میں بلکہ میں درخت پر رہوں گا۔

''میں ہندوستان میں رہنا چاہتا ہوں نہ پاکستان میں ...... میں اسی درخت پر رہوں گا۔'' اس اشارے کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان دور پاکستان کی تقسیم کے جذبے نے عوام کے ذہن پر غلبہ حاصل کر لیا تھا اور تقسیم کے وقت کے مظالم کی بنا پر لوگ عدم تحفظ کا شکار ہو گئے تھے۔ کچھ پاگلوں نے اپنے بدن کے پوشاک اتار دیئے تو کچھ نے اپنی سیاسی وابستگی کی بنا پر اپنے نام محمد علی جناح اور تارا سنگھ رکھ لئے۔ اس بات سے منٹو یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہتے ہیں کہ تقسیم کا عمل اور لوگوں کی آپس میں دشمنی دونوں اطراف کے لیڈروں کی وجہ سے تھی۔ اکثر پاگل ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ پتہ نہیں ہم کب ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ ان کے خیال میں سرحد کے دونوں اطراف محبت اور وارفتگی کے ایسے ہی جذبات تھے۔

افسانہ ''ٹوبہ ٹیک سنگھ'' کی پوری کہانی ایک سکھ پاگل کے گرد گھومتی ہے جس کا نام بشن سنگھ ہے اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کا رہنے والا تھا اور ہر وقت اس کی زبان پر یہ الفاظ رہتے ہیں: ''اوپڑ دی گڑگڑ دی انیکس دی بے دھیانہ دی منگ دی دال آف دی...... کبھی اس جملے کا انجام لالٹین کے لفظ کبھی پاکستان گورنمنٹ اور کبھی گوروجی دا کالصہ سے ہوتا ہے۔ یہ سکھ پاگل انتہائی میلا کچیلا رہتا ہے اور نہانے سے بھاگتا ہے۔ پاگلوں کی گفتگو کو بغور سنتا ہے اور پچھلے پندرہ سالوں سے سویا نہیں۔ وہ ہر وقت لوگوں سے دریافت کرتا ہے کہ ''ٹوبہ ٹیک سنگھ کہاں ہے''۔ ہندوستان میں یا پاکستان میں۔'' جب بھی اس بات کا ذکر ہوتا ہے کہ ہندو اور سکھ پاگلوں کو ہندوستان بھیج دیا جائے گا، تو وہ بے حد پریشان ہو جاتا ہے اور پھر یہ سوال اس کے ذہن میں گردش کرتا ہے کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کہاں ہے۔ ہوش بندوں نے اپنی زمینیں چھوڑ دی تھیں مگر بشن سنگھ کو اپنی زمین سے بے پناہ محبت تھی۔ تبادلے کے روز تمام پاگل واہگہ کے بارڈر پر پہپر پہنچا دئے گئے۔ مگر بشن سنگھ کے لئے ٹوبہ ٹیک سنگھ کی پریشانی بدستور قائم تھی، اپنی باری آنے پر اس نے افسر سے پوچھا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ پاکستان میں ہے وہ دوڑ کر واپس گاڑی کے پاس پہنچ گیا کہ گویا اسے آگے نہیں جانا ہے۔ جب اسے زبردستی لے جانے کی سعی کی گئی تو وہ ایک جگہ پر جم کر کھڑا ہو گیا، اچانک اس کے حلق سے دردناک چیخ نکلی اور منہ کے بل وہ زمین پر گر گیا اور دونوں ممالک کی سرحدوں کے درمیان جس خطۂ زمین پر گرا اور جہاں پر اس نے دم توڑ دیا اصل میں یہی اس کی زمین تھی مطلب ''ٹوبہ ٹیک سنگھ''۔۔

اس افسانے میں ایک پاگل کا شدید ردعمل اس کی اپنے وطن سے بے پناہ محبت کا واضح ثبوت ہے۔ اس افسانے میں جن دیگر پاگلوں کے ردعمل کو ظاہر کیا گیا ہے ان میں سے کچھ کے حالات ذہنی طور پر مزید ابتر ہو گئے جب انہوں نے خود کو اپنے وطن سے دور جاتے ہوئے سنا لیکن ان کا ردعمل بھی اس قدر شدید ثابت ہوا جتنا شدت کا ردعمل بشن سنگھ کی ذات پر ظاہر ہوا۔ اس افسانے میں بعض پاگلوں کی حرکات وسکنات انتہائی دلچسپی بھی ہیں اور بعض مظلومیت کی تصویر نظر آتے ہیں۔ بعض ایسے بھی پاگل موجود ہیں جو ہوش وحواس ہوتے ہوئے بھی پاگل ہیں کیونکہ ان کے عزیز واقارب ان کو محض زندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے انہیں پاگل قرار دے کر جیک حکام کی بدعنوانیوں کے سبب پاگل خانے میں بند کروا دیا گیا۔ مصنف نے اس نقطے پر قلم اٹھایا ہے کہ جیل کی انتظامیہ رشور خور ہے جو لوگوں کی اس مجبوری سے فائدہ اٹھا کر رشوت لے کے پھانسی کے مجرموں کو پاگل بنا کر پاگل خانے میں زندگی بھر کے لئے داخل کر لیتی ہے۔

اس افسانے میں ایک اور کردار ہے جو اپنے آپ کو خدا کہتا ہے۔ بشن سنگھ اس سے پوچھتا ہے کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کہاں ہے اور یہ التجا ہے کہ اگر وہ خدا ہے تو وہ حکم دے اور وہ ٹوبہ سیگ سنگھ میں ہی رہ جائے۔ جب مسلمان پاگل بشن سنگھ کی التجا ماننے سے انکار کر دیتا ہے تو بشن سنگھ اس سے مایوس ہو جاتا ہے کہ وہ صرف مسلمانوں کا خدا ہے۔۔ سکھوں کا نہیں۔ اس واقعے سے منٹو کا اشارہ اس طرف ہے کہ مذہب اور رنگ ونسل، ذات پات کی بنا پر ایک ہی تہذیب کے باسی نفرتوں کی مجسمے بن گئے۔ غرض یہ کہ، مندرجہ بالا نقاط کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے یہ بات روزِ روشن کی طرح وعیاں ہے کہ منٹو نے تقسیمِ ملک کو ایک نئے زاویے سے دیکھا ہے۔ وہ یہی ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ پاگلوں کے ذریعے تقسیم کے فیصلہ ایک دیوانگی ہی تھی اور تقسیم کے بعد زمینوں کو چھوڑ کر سارے رشتے ناطے توڑ کر چلے جانے کا فیصلہ بھی ایک دیوانگی ہی تھی۔ تقسیم کے خلاف بلاشبہ اس سے بہتر احتجاج نہیں ہو سکتا۔ بشن سنگھ کی موت اس تذبذب کا نتیجہ ہے جو تقسیم ہند کے بعد کے حالات نے پیدا کئے۔ سعادت حسن منٹو نے افسانے میں ایک نیا تجربہ کرتے ہوئے تقسیم برصغیر کو اور کے اثرات کو ہمارے سامنے ایک اچھوتے انداز میں پیش کیا جو منٹو ہی کا خاصا ہے۔

از: فیاض محمد علی